ششماہی علوم القرآن علی گڑھ، علوم القرآن، ۱۸/۱، جنوری۔ جون ۲۰۰۳ء

قرآنی قسموں کی نوعیت اور حکمت

محمد عمر اسلم اصلاحی

اقسام القرآن ایک انتہائی اہم قرآنی علم ہے۔ اس علم پر علمائے تفسیر کی ایک بڑی تعداد نے توجہ دی ہے اور حتی المقدور اس کے حقائق ودقائق کو روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ اس موضوع پر قدیم وجدید علماء نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ بہت قابل قدر ہے۔ جن علمائے تفسیر نے اس موضوع کو خصوصی اہمیت دی ہے ان میں امام جلال الدین سیوطی، علامہ بدرالدین زرکشی، علامہ ابراہیم ابیاری، امام فخر الدین رازی، علامہ آلوسی، علامہ اسماعیل حنفی، علامہ ابن قیم جوزی، علامہ سید علی طنطاوی، سید قطب اور علامہ حمید الدین فراہی رحمہم اللہ تعالیٰ خاص طور سے قابل ذکر ہیں، ان تمام علماء میں بھی صرف امام رازی، علامہ ابن قیم اور علامہ حمید الدین فراہی نے اس موضوع پر بھرپور توجہ دی ہے اور اس کی حقیقت و ماہیت کو پوری طرح اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے بالخصوص علامہ فراہی نے تو اس موضوع پر ایسی سیر حاصل بحث کی ہے کہ اس سے اقسام القرآن کی مختلف جہات پوری طرح سامنے آگئی ہیں اور ان کے متعلق کوئی اشکال باقی نہیں رہ گیا۔ بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآنی قسموں کو موضوع بحث بنانے والا کوئی طالب علم علامہ فراہی کی تحقیقات سے بے نیاز ہو کر شاید ہی اس موضوع کا حق ادا کر سکے۔

اس مقالہ میں بنیادی طور پر فراہی تحقیقات ہی کی روشنی میں اقسام القرآن پر بحث کی گئی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے علمائے تفسیر کی آراء کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

ہم نے اپنے اس مقالہ میں قرآنی قسموں کی جن جہتوں سے بحث کی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اقسام القرآن سے متعلق شبہات واشکالات۔

۲۔ شبہات کے وہ جواب جو علمائے تفسیر نے دیئے ہیں۔
۳۔ جوابات کا تجزیہ۔
۴۔ صحیح نقطہ نظر۔
۵۔ قسم کے لئے مقسم بہ ضروری نہیں۔
۶۔ مشہور الفاظ قسم کی تشریح۔
۷۔ قسم کا مفہوم جب مقسم بہ موجود ہو۔
۸۔ مقسم بہ میں تعظیم وتوقیر کا پہلو۔
۹۔ مقسم بہ میں تنزیہہ وتقدیس کا پہلو۔
۱۰۔ قسم کا مقصود اصلی استدلال واستشہاد۔
۱۱۔ صحیح پہلو کے مخفی رہنے کے اسباب
۱۲۔ اسلوب قسم کے فوائد۔

۱۔ **اقسام القرآن سے متعلق شبہات اور اشکالات:** علامہ فراہی کی تحقیق کے مطابق قرآن مجید کی قسموں پر تین طرح کے شبہات واشکالات وارد کئے گئے ہیں۔

۱۔ پہلا اشکال یہ ہے کہ جب متکلم اپنی ذات کو حقیر سمجھتا ہے اور اسے اعتماد نہیں ہوتا کہ جو بات وہ کہہ رہا ہے لوگ اسے باور کرلیں گے تو وہ قسم کھاتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے اللہ رب العزت کی شان اس سے اعلیٰ وارفع ہے پھر اس کے قسم کھانے کے معنی؟

۲۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ قرآن مجید میں جن امور پر قسمیں کھائی گئیں ہیں وہ نہایت اہم ہیں۔ مثلاً توحید۔ رسالت اور قیامت۔ واقعہ یہ ہے کہ جن کا ایمان ان چیزوں پر ہے وہ پہلے ہی سے ان امور کو تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ اور جن کا ایمان ان چیزوں پر نہیں ہے وہ محض قسم کھالینے سے انہیں تسلیم نہیں کرلیں گے، ایسے لوگوں کو دلیل چاہئے۔ پھر قسم کھانے کا کیا حاصل؟

۳۔ تیسرا اشکال یہ ہے کہ قسم کسی عظیم الشان اور بلند مرتبہ چیز کی کھائی جاتی

ہے۔ لیکن قرآن مجید میں چونکہ قسم کھانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس سے بڑا اور عظیم المرتبت پوری کائنات میں کوئی نہیں۔ چنانچہ وہ جس چیز کی بھی قسم کھائے گا وہ لازماً اس کے نزدیک حقیر ہوگی۔ تو کیا ایسی قسم اللہ تعالیٰ کو زیبا ہے؟!

یہ ہیں وہ شبہات واشکالات جو عام طور پر پیش کئے جاتے ہیں یا پیش کئے جاسکتے ہیں۔ ان شبہات کا جواب امام رازی، علامہ ابن قیم اور علامہ فراہی نے دیا ہے۔ امام رازی کے جوابات میں تضاد اور تردد نمایاں ہے۔ علامہ ابن قیم کے جوابات گو کہ کچھ ایسے اصولوں پر مبنی ہیں جو تمام آیات قسم میں یکساں طور پر برتے گئے ہیں لیکن ان جوابات سے یہ اشکالات پوری طرح دور نہیں ہوتے۔ ان کا مختصر سا تذکرہ سطور ذیل میں آئے گا۔ البتہ علامہ فراہی کے جوابات نہایت محکم اصولوں پر مبنی ہیں چنانچہ انہوں نے جو دلائل پیش کئے ہیں ان میں اس سلسلہ میں وارد ہونے والے اشکالات کا پورا حل موجود ہے۔

پہلے ان شبہات کے وہ جواب نقل کئے جارہے ہیں جو امام رازی اور علامہ ابن قیم نے دیئے ہیں۔ اس کے بعد ان کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ جائزہ کے بعد علامہ فراہی کا نقطۂ نظر ذرا تفصیل کے ساتھ آئے گا۔ مقدم الذکر دونوں بزرگوں کے مقابلہ میں علامہ فراہی کے نقطۂ نظر کی قدرے تفصیل کے اسباب تین ہیں۔

۱۔ امام رازی اور علامہ ابن قیم کے جوابات اس سلسلہ میں وارد ہونے والے اشکالات کے شافی جوابات نہیں فراہم کرتے اس لئے ان کا تفصیلی ذکر نہیں کیا جارہا ہے۔

۲۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا میرے اس مقالہ کا مرکز ومحور فراہی تحقیقات ہیں۔

۳۔ ان اشکالات کا تشفی بخش حل علامہ فراہی نے ہی پیش کیا۔

۲۔ شبہات اور امام رازی اور علامہ ابن قیم کی توجیہات:

ا۔ ان شبہات اور اشکالات کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں جن امور پر قسمیں کھائی گئی ہیں ان کے دلائل ان قسموں سے پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ یہ قسمیں انھیں دلائل کی تاکید کے لئے کھائی گئی ہیں۔

امام رازی تحریر فرماتے ہیں۔

والجواب من وجوه، الأول أنه تعالیٰ قرر التوحيد وصحة البعث والقيامة في سائر السور بالدلائل اليقينية فلما تقدم ذكر تلك الدلائل لم يبعد تقريرها فذكر القسم تاكيدا لما تقدم ۳

جواب کے مختلف پہلو ہیں، پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ سورتوں میں نہایت یقینی دلائل سے توحید، رسالت اور قیامت کو ثابت کر دیا ہے، چونکہ یہ دلائل گذر چکے ہیں اور ان کا بیان ابھی ذہنوں سے دور نہیں ہوا تھا اس لئے ان کی تاکید کے طور پر قسم کا ذکر کیا گیا۔

۲۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہر قسم کے بعد ایک ایسا قول لایا گیا ہے جس میں دلیل موجود ہے۔ پس اصل استدلال اس قول سے ہے نہ کہ قسم سے۔ قسم محض تاکید اور تنبیہ کے لئے آئی ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں۔

والوجه الثاني في الجواب أنه تعالیٰ لما أقسم بهذه الأشياء على صحة قوله تعالیٰ: إن الهكم لواحد (سورة الصافات:٤) ذكر عقيبه ماهو كالدليل اليقيني في كون إلالٰه واحدا وهو قوله تعالى: رب السمٰوٰت والأرض ومابينهما ورب المشارق ۔ ۴

دوسرا یہ کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول: إن الهكم لواحد (بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے) کی صحت پر ان چیزوں ۵ کی قسم کھائی پھر اس کے بعد وہ بات بیان کی جو اللہ کے ایک ہونے کی یقینی دلیل ہے یعنی رب السماوات والارض ومابينهما ورب المشارق (آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مطالع کا رب)

اور اسی سے ملتا جلتا جواب علامہ آلوسی کا بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

”إن إِلٰهَكُمْ لَوَاحِد جواب قسم ہے اور اس کی دلیل رب السماوات والارض ومابينهما ورب المشارق ہے“ ۶

۳۔ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کلام سے مقصود بت پرستوں کے اس قول

کی تردید ہے کہ یہ بت خدا ہیں، پس اس کی تردید میں گویا یوں کہا گیا ہے کہ یہ مذہب اپنی رکاکت اور لغویت کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ اس کے لئے استدلال کا اسلوب اختیار کیا جائے بس بقید قسم اپنی بات کہہ دینا ہی کافی ہے۔

امام رازی رقم طراز ہیں۔

والوجه الثالث في الجواب أن المقصود من هذ الكلام الرد على عبدة الأصنام في قولهم بأنها الهة فكأنه قيل: هذالمذهب قد بلغ في السقوط والركاكة إلى حيث يكفي في إبطاله مثل هذه الحجة والله اعلم ؎

اور جواب کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ اس کلام سے مقصود بت پرستوں کے اس قول کی تردید ہے کہ یہ بت خدا ہیں پس اس کی تردید میں گویا یوں کہا گیا ہے کہ یہ مذہب اپنی لغویت اور رکاکت کے اعتبار سے ایسا ناقابلِ توجہ ہے کہ اس کی تردید کے لئے بس اس طرح کی دلیل کافی ہے۔ واللہ اعلم

۴۔ چوتھا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں ان سب کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا آیات سے ہے لہذا ان سب میں عظمت و تقدس کا پہلو موجود ہے اور قسم بہر حال کسی عظیم یا مقدس چیز کی ہی کھائی جاتی ہے۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں۔

وهو سبحانه يُقسم بأمور على أمور وإنما يُقسم بنفسه الموصوفة بصفاته وآياته المستلزمة لذاته وصفاته وإقسامه ببعض المخلوقات دليل على أنه من عظيم آياته ۸؎

اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کی بعض چیزوں پر قسم کھاتا ہے اور وہ اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے جو اپنی صفات سے متصف ہے اور ان نشانیوں کی جو اس کی ذات و صفات کو مستلزم ہیں اور اس کا اپنی مخلوقات کی قسم کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مخلوقات اس کی بڑی نشانیوں میں سے ہیں۔

۳۔ **جوابات کا تجزیہ:** پہلا جواب یعنی قرآن مجید میں جن امور پر قسمیں کھائی

گئی ہیں ان کے دلائل ان قسموں سے پہلے بیان ہو چکے ہیں چنانچہ یہ قسمیں انھیں دلائل کی تاکید کے لئے کھائی گئی ہیں۔ یہ جواب ان تینوں شبہات میں سے کسی ایک کا بھی ازالہ نہیں کرتا کیونکہ بعض قسمیں ایسی بھی ہیں جن سے پہلے مقسم علیہ کی کوئی دلیل بیان نہیں ہوئی ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بیشتر قرآنی قسمیں اسی نوعیت کی ہیں۔ مثلاً والعدیات ضبحا فالموریات قدحاً فالمغیرات صبحا یا پھر والمرسلات عرفا فالعاصفات عصفا والناشرات نشراً فالفارقات فرقاً فالملقیات ذکرا وغیرہ۔ غور کیجئے یہاں آغاز ہی قسموں سے ہو رہا ہے اور کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ہے کہ ان سورتوں سے پہلے والی سورتوں میں مقسم علیہ کے دلائل موجود مانے جائیں پھر یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید میں جن امور پر قسمیں کھائی گئی ہیں ان کے دلائل ان قسموں سے پہلے بیان ہو چکے ہیں اور یہ قسمیں انہیں دلائل کی تاکید کے لئے کھائی گئی ہیں۔

دوسرا جواب یعنی ہر قسم کے بعد ایک ایسا قول لایا گیا ہے جس میں دلیل موجود ہے پس اصل استدلال اس قول سے ہے نہ کہ قسم سے بلکہ قسم محض تنبیہ و تاکید کے لئے آئی ہے۔

اولاً یہ جواب پہلے جواب کی نفی کرتا ہے۔

ثانیاً اگر یہ جواب صحیح مان لیا جائے تو مزید دو اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔

ا۔ جن سورتوں میں قسم، مقسم بہ اور مقسم علیہ ہی پورے کلام میں موجود ہیں ان کے علاوہ اور کچھ نہیں ان سورتوں میں یہ ضابطہ کیسے نافذ ہوگا؟

مثلاً سورۃ العصر ہے۔ والعصر إن الإنسان لفی خسر إلا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

اس سورہ میں ''و'' حرف قسم ہے۔ ''العصر'' مقسم بہ ہے۔ اس کے بعد صرف ایک بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایمان لانے والوں، عمل صالح کرنے والوں، توصی

بالحق اور توصی بالصبر کا فریضہ انجام دینے والوں کے علاوہ باقی سارے انسان خسارے میں ہیں اس پوری بات کو یا تو مقسم علیہ مان لیں یا دلیل، اگر مقسم علیہ مانتے ہیں۔تو دلیل کہاں گئی اور اگر دلیل مانتے ہیں تو مقسم علیہ کہاں ہے؟ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک پوری بات ہے جس میں کچھ بھی محذوف ماننا تکلف سے خالی نہیں ہوگا۔

۲۔اور اگر یہ مان لیا جائے کہ مقسم علیہ ہی دلیل بھی ہے۔آفتاب آمد دلیل آفتاب کے اصول پر تو قسم بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔اس لئے کہ یہ اصول وہاں نافذ ہوتا ہے جہاں دعویٰ اس قدر واضح ہوتا ہے کہ وہ محتاج دلیل نہیں ہوتا۔اور ظاہر ہے کہ ایک ایسی چیز جو بالکل آئینہ ہو اس کی تاکید کا تصور کسی فصیح کلام میں نہیں کیا جا سکتا جبکہ قسم بغرض تاکید کا اصول سب کے نزدیک مسلم ہے۔

اور رہا تیسرا جواب یعنی اس کلام سے مقصود بت پرستوں کے اس قول کی تردید ہے کہ یہ بت خدا ہیں پس اس کی تردید میں گویا یوں کہا گیا ہے کہ یہ مذہب اپنی رکاکت اور لغویت کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ اس کے لئے استدلال کیا جائے۔ بایں صورت بقید قسم ہی اپنی بات کہہ دینا کافی ہے۔

یہ جواب سب سے زیادہ کمزور ہے۔کیونکہ خاص طور سے قرآن مجید کی مکی سورتیں اس بات پر شاہد ہیں کہ بت پرستوں کو شرک کی آلودگی سے نکالنے کے لئے ہر وہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے جس سے شرک کی رکاکت اور لغویت ان پر اچھی طرح واضح ہو جائے تاکہ علم و حقائق کی روشنی میں راہ راست تک رسائی ان کے لئے آسان ہو جائے اور اس کے لئے استدلال کا اسلوب ہی سب سے زیادہ موزوں اسلوب ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف آفاقی اور انفسی دلائل کے ساتھ توحید کی دعوت دی ہے۔یوں بھی کسی ایسی بات کو پیش کرنے کے لئے جس کو قبول کرنے کے لئے مخاطب کی طبیعت آمادہ نہ ہو یا کم از کم اسے شرح صدر نہ ہو استدلال ہی کا اسلوب موزوں سمجھا جاتا ہے۔غیر استدلالی اسلوب نفسِ معاملہ کے تئیں متکلم کی غیر سنجیدگی اور عدمِ اخلاص کی دلیل سمجھا جاتا ہے۔اور یہ کلام کا ایک ایسا عیب ہے جو کم از کم کلام الٰہی میں

تو بہر حال نہیں پایا جاسکتا۔

جہاں تک چوتھے جواب کا تعلق ہے یعنی قرآن مجید میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں ان سب کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا آیات سے ہے لہذا ان سب میں عظمت و تقدس کا پہلو موجود ہے۔ اور قسم بہر حال کسی عظیم یا مقدس چیز ہی کی کھائی جاتی ہے۔

یہ ایک ایسا جواب ہے جس سے کائنات کی تمام چیزیں مقدس قرار پاجاتی ہیں کیونکہ ان تمام کا تعلق آیات الٰہی سے ہے پھر تو کائنات کی ہر چیز کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ بایں صورت قسم کے لئے عظیم یا مقدس چیز کی شرط عجیب وغریب معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ **صحیح نقطۂ نظر:** اس باب میں سب سے زیادہ صحیح نقطۂ نظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر قسم اللہ رب العالمین اور اس کے شعائر کی کھائی جائے تو اس میں استدلال اور تاکید کے ساتھ ساتھ مقسم بہ کی تعظیم و تقدیس کا پہلو بھی مانا جاسکتا ہے ہر چند کہ یہ لازمۂ قسم نہیں ہے۔ لیکن اگر قسم مخلوقات کی کھائی جائے جیسا کہ قرآن مجید میں عام طور سے نظر آتا ہے تو اس سے مقصود محض تاکید و استدلال ہوگا۔ اس میں تقدیس و تعظیم کے شائبہ کا تصور بھی عبث ہے۔

اس حقیقت تک رسائی کیلئے سب سے پہلے قرآنی قسموں کے الفاظ و اسالیب پر غور کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ ان الفاظ و اسالیب سے کون کون سے مفہوم مراد لئے گئے ہیں۔

۵۔ **قسم کیلئے مقسم بہ ضروری نہیں:** بسا اوقات قسم مقسم بہ کے ذکر کے بغیر کھائی جاتی ہے، اس صورت میں قسم کے لئے جو الفاظ عموماً استعمال کئے جاتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

یمین، نذر، الیہ، قسم اور حلف

ایسے موقعوں پر قسم سے محض تاکید اور جزم کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ اب ذیل میں ان الفاظ کی مختصر تشریح کی جارہی ہے۔

۶۔ یمین: تقریباً تمام قدیم تہذیبوں مثلاً رومی، عبرانی اور عربی میں قسم کا ایک طریقہ یہ تھا کہ جب ایک فریق دوسرے فریق کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتا تھا تو یہ فریقین کی طرف سے معاہدے کی پختگی اور مضبوطی کے ساتھ اس کی پابندی کا اظہار ہوتا تھا گویا یہ ہیت ان کی طرف سے اس امر کا اعلان سمجھی جاتی کہ ہمارا تعلق محکم اور اس کی ضمانت کے طور پر ہمارے داہنے ہاتھ گرو ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قسم کے لئے یمین کا لفظ استعمال ہوا۔۹

مشہور ماہر لغت اُبو نصر اسماعیل جوہری لکھتے ہیں۔

"سميت اليمين بذالك لأنهم كانوا إذاتحالفوا ضرب كل إمرئ منهم يمينه على يمين صاحبه" ١٠

(قسم کے لئے یمین کا لفظ اس لئے استعمال ہونے لگا کہ حلف لیتے وقت ایک آدمی دوسرے آدمی کے ہاتھ پر اپنا داہنا ہاتھ مارتا تھا)

ایک عربی شاعر جساس کہتا ہے:

سأودّى حق جارى ويدَىّ رَهْن فَعالى ١١

(میں اپنے پڑوسی کا حق ادا کروں گا اور میرے ہاتھ میرے کارناموں کے بدلے رہن ہیں)

اور حدیث شریف میں ہے:

عن أبى هريرة قال قال رسول الله ﷺ يمينك على مايصدّقك عليه صاحبك ١٢

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم پر واجب ہے کہ تم حلف لو اس بات پر جس پر حلف لینے کے بعد تمہارا ساتھی تمھاری بات مان لے۔

قرآن مجید میں ہے۔

إتخذوا أأيمانهم جنة (المجادلة:١٦) انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے

نذر:۔ نذر کے اصل معنی کسی شی کو دور کرنے اور اس سے بچنے کے ہیں۔ جب کسی شی

کو اپنے آپ سے ہٹا کر خدا کے لئے خاص کر دیا جاتا ہے تو یہی نذر کہلاتا ہے۔ یہیں سے اس میں کسی شی کو حرام کر دینے کا مفہوم پیدا ہو گیا پھر یہ لفظ اپنے اوپر کسی لذت کو حرام کر دینے کے لئے استعمال ہونے لگا یہاں تک کہ آہستہ آہستہ اپنے اوپر کسی شئی کو بطور قسم لازم کرنے کے مفہوم کیلئے اس میں وسعت پیدا ہو گئی۔۱۳

قرآن مجید میں ہے۔

إنــي نـذرتُ لـلـرحـمن صـومـا (مریم/٢٦)	(حضرت مریمؑ نے باذن خداوندی فرمایا) میں نے رحمٰن کے نام کا روزہ رکھ لیا ہے۔

اوسعید الضریر کہتے ہیں

إنـمـا قيـل له نذر لأنه نذرفيه أی أوجـب مـن قـولـك: نذرت علی نفسی أی أوجبت ۱۴	نذر کو نذر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی چیز واجب کر لی جائے مثلاً تم کہو: نذرت علی نفسی یعنی میں نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔

عمرو بن معدیکرب کہتا ہے:

هم ينذرون دمی وأن   ذر إن لقيتُ بأن اشد ۱۵

(وہ مجھے قتل کی دھمکی دیتے ہیں اور میں ان کو آگاہ کرتا ہوں کہ اگر میں ان سے ملا تو میں ان پر حملہ کر کے رہوں گا۔)

اَلیه: الیہ کے معنی ہیں کسی امر میں کوتاہی کرنا۔ ال اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی معاملہ میں کوتاہ اور عاجز ہو۔ صاحب لسان العرب نے اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے استشہاد میں ربیع بن ضبع الفزاری کا ایک مصرعہ نقل کیا ہے۔

فلاألیٔ بنی والا أساؤوا ۱۶ (میرے لڑکوں نے کوتاہی کی ہے اور نہ برائی کی ہے)

پھر یہ کسی شی کو چھوڑ دینے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ یہیں سے یہ

عورتوں سے قسم کھا کر ترک تعلق کرنے کے معنی میں منتقل ہوگیا۔ پھر اس میں مزید وسعت پیدا ہوئی اور اپنے اوپر کسی شی کو لازم کر لینے کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا۔ ۱۷

ابن زیابہ کا شعر ہے:

اليتُ لاأدفن قتلاكم   تُدخنوا المرء وسرباله ۱۸

(میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے مقتولوں کو دفن نہ کروں گا پس آدمی اور اس کے کپڑوں کو دھونی دو)

حدیث شریف میں ہے:

عن أنس بن مالك أن النبی ﷺ آلی من نسائه شهرا أی حلف لايدخل عليهن ۱۹	انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ اپنی بیویوں کے پاس ایک مہینہ نہیں جائیں گے۔

صاحب لسان العرب لکھتے ہیں۔

الالية على فعيلة: اليمين والجمع الأيا ۲۰	الیۃ فعیلۃ کے وزن پر ہے جس کے معنی قسم کے ہیں اس کی جمع اُلایا ہے

قسم: قسم کے اصل معنی کاٹنے کے ہیں، صاحب لسان العرب لکھتے ہیں۔

قَسَم الشئى يقسمه قسما فانقسم وقَسّمه جزّأه ۲۱	اس نے چیز کو تقسیم کیا تو وہ منقسم ہوگئی یا اس نے ایک چیز کو کاٹا پس وہ کٹ گئی اور قَسّمہ کے معنی ہوں گے ٹکڑے کرنا۔

لبید کا شعر ہے۔

فاقنع بما قَسَمَ المليك فإنما   قَسَمَ الخلائق بيننا علّامها ۲۲

(اللہ کی تقسیم پر قناعت کرو کیونکہ ہمارے درمیان اخلاق ومزاج کی تقسیم اس نے کی ہے جو ان سے سب سے زیادہ واقف ہے)

اور حدیث شریف میں ہے:

عن أبي هريرة عن النبي ﷺ يقول: قال الله تعالىٰ قسمتُ الصلاة بيني وبين عبدي نصفين ۲۳

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف بانٹ دیا ہے۔

لفظ قسم میں باب افعال میں آنے کے بعد مبالغہ کا مفہوم پیدا ہو گیا اور پھر یہ قسم کے لئے استعمال ہونے لگا۔ قرآن مجید میں ہے۔

أهؤلاء الذين أقسمتم لاينالهم الله برحمة (الاعراف/۴۹)

کیا یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائی تھیں کہ خدا کی رحمت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے

ایک عربی شاعر قلاخ بن حزن سعدی کہتا ہے:

أنا القلاخ في بغائي مِقسَما أقسمتُ لاأسأمُ حتى تَسأ ما ۲۴

(میں قلاخ ہوں اپنے مطلوب میں حصہ لے کر رہوں گا میں نے قسم کھا رکھی ہے۔ مجھے اکتاہٹ نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم اکتا جاؤ)

حلف: حلف کے معنی بھی کاٹنے اور تیز ہونے کے ہیں چنانچہ یہ قسم کے مشابہ ہے کہا جاتا ہے۔ سنان حلیف (تیز کاٹنے والا نیزے کا پھل) اسی طرح حلیف اللسان اسے کہتے ہیں جس کی زبان تیز ہو۔ یہیں سے یہ لفظ عزیمت اور پختگی کے اظہار کے لئے قسم کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن مجید میں ہے۔

يوم يبعثهم الله جميعا فيحلفون له كمايحلفون لكم (المجادلة/۱۸)

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کریگا تو یہ اللہ کے سامنے قسمیں کھانے لگیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں۔

امرؤالقیس کہتا ہے:

حلفت لها بالله حلْفَةَ فاجر ۔ لنا موافما إن من حديث ولاصالي ۲۵

(میں نے اس کے سامنے جھوٹی قسم کھائی کہ وہ سب سو چکے ہیں چنانچہ نہ کوئی گفتگو

سنائی دے رہی ہے اور نہ کوئی آگ تاپنے والا نظر آ رہا ہے۔)

۷۔ **قسم کا مفہوم جب مقسم بہ موجود ہو:** بسا اوقات قسم کھانے والا اپنے ساتھ اپنے دعویٰ کی دلیل کے طور پر مقسم بہ کو بھی ملا لیا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے عموماً جو حروف قسم کے لئے مستعمل ہیں وہ "ب، و، ت" وغیرہ ہیں۔ جو معیت اور صحبت کو ظاہر کرتے ہیں "و" اور "ب" تو معیت اور صحبت کے مفہوم کے لئے بہت مشہور ہیں۔ البتہ "ت" کے بارے میں اشکال ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ "ت" درحقیقت "و" ہے جو بدل کر "ت" ہوگئی ہے۔ مثلاً "تقویٰ" اور "تجاہ" کہ ان کا "فا" کلمہ اصلاً "و" ہے جو بدل کر "ت" ہوگیا ہے۔

قسم میں شہادت کے اسی پہلو کے پیش نظر جب لفظ شہادت کا استعمال کر کے کوئی بات کہی جاتی ہے تو اس کو قسم کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے۔

"إذا جاءك المنافقون قالوا نشهد إنك لرسول الله والله يعلم إنك لرسوله والله يشهد إن المنافقين لكاذبون إتخذوا أيمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله (المنافقون/۱۔۲)

جب تمھارے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے پس وہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی شہادت کے لئے "ایمان" کا لفظ استعمال کیا ہے جو واضح دلیل ہے اس بات پر کہ شہادت میں نہ صرف یہ کہ قسم کا مفہوم شامل ہے بلکہ دونوں مرادف کے طور پر مستعمل ہیں۔

قسم کا لازمی مفہوم تو شہادت پیش کرنا ہی ہے البتہ اس میں کہیں کہیں تعظیم اور تقدیس کا پہلو بھی شامل ہوجاتا ہے جس کی حیثیت اس کے جزوی یا فرعی مفہوم کی ہے حقیقی یا عمومی مفہوم کی نہیں۔

اب ذیل میں ہم تھوڑی سی تفصیل اس بات کی بھی پیش کرتے ہیں کہ مقسم بہ میں تعظیم یا تقدیس کا پہلو کہاں کہاں شہادت کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔

۸۔ **مقسم بہ میں تعظیم کا پہلو:** اصولی طور سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ ہر وہ قسم جس میں شہادت کے ساتھ ساتھ مقسم بہ کی تعظیم کا پہلو ہوتا ہے ضروری نہیں کہ اس میں اس کی تقدیس کا مفہوم بھی شامل ہو۔ اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ کون کون سے مقامات ہیں جہاں مقسم بہ میں تعظیم کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ کلام عرب کے استقصاء سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مقسم بہ مخاطب یا متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس میں احترام، عزت، توقیر اور تعظیم کا پہلو بھی شامل ہو جاتا ہے۔ مثلاً

لعمرك إنهم لفي سكرتهم يعمهون (الحجر/۷۲)	تیری جان کی قسم وہ اپنی مدہوشی میں اوندھے ہوئے جا رہے ہیں
فلاوربّك لايومنون حتى يحكموك (النساء/۱۶۵)	پس نہیں تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے تا آنکہ وہ تمہیں حکم تسلیم کر لیں

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ متکلم کی طرف اضافت کی مثال نابغہ ذبیانی کا یہ شعر ہے۔

لعمری وماعمری علّی بهين ۔ لقد نَطَقَتُ بطلاً علیّ الاقارع۲۶

(میری جان کی قسم اور میری جان کوئی معمولی چیز نہیں کہ نبی قریع بن عوف نے میرے بارے میں بے اصل باتیں کہیں ہیں)

اس اسلوب میں قسم اسی چیز کی کھائی جاتی ہے جس کا احترام اور عزت متکلم کی نظر میں مسلم ہو۔۲۷

۹۔ **مقسم بہ میں تقدیس کا پہلو:** بعض دفعہ تمدنی ضروریات اور بعض دوسرے حالات سے مجبور ہو کر آدمی اپنی بات تاکید و توثیق کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

زمانۂ قدیم سے ایک طریقہ یہ چلا آ رہا ہے کہ لوگ معاہدوں اور قسموں کی تکمیل عبادتگاہوں کے سامنے کرتے ہیں۔ اس طرح قسم میں مذہبی تقدس کا رنگ پیدا ہو گیا۔

زہیر بن ابی سلمی کہتا ہے۔

فأقسمت بالبیت الذی طاف حوله رجال بَنَوه من قریش و جرهم ۲۸

(پس میں نے اس گھر کی قسم کھائی جس کے گرد قریش اور جرہم میں سے وہ لوگ پھرتے ہیں جنہوں نے اس کو بنایا)

یہاں خانۂ کعبہ کی قسم اس کے تقدس کے پیش نظر کھائی گئی ہے۔

یوں تو قسم اور معاہدہ کا طریقہ جیسے پہلے رائج تھا اسی طرح آج بھی رائج ہے اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ یہ ایک تمدنی ضرورت ہے۔ لیکن زمانۂ قدیم میں اس کی پاسداری کا حال یہ تھا کہ جب لوگ معاہدہ کر لیتے تو اسے پوری طرح نباہتے تھے خواہ اس کے لئے کوئی بڑی سے بڑی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑتی۔ لیکن اب معاہدہ کی پاسداری اس درجہ باقی نہیں رہی تاہم لوگ اپنی تمدنی ضروریات سے آج بھی ان چیزوں کا سہارا ڈھونڈنے پر مجبور ہیں۔

۱۰۔ **قسم بغرض استدلال:** چونکہ عرب بیشتر اللہ تعالیٰ کی، اس کے شعائر کی، مقدس مقامات کی، اپنی اور محبوب کی جان کی قسم کھاتے تھے اور ان کے نزدیک شہادت کے لئے ان سے زیادہ معتبر، مقدس، معظم اور مستند دوسری چیز نہیں تھی اس لئے انھوں نے اپنی قسموں میں خصوصیت کے ساتھ ان کو استعمال کیا ہے۔ اسی لئے غالباً یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ مقسم بہ کا مقدس اور معظم ہونا ضروری ہے یا بالفاظ دیگر ہر قسم میں مقسم بہ کی تلاش اور ہر مقسم بہ میں عظمت و تقدس کی جستجو ناگزیر سمجھی گئی حالانکہ بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اہل عرب ایسی چیزوں کو بھی بطور شہادت پیش کرتے تھے جن میں عظمت و تقدس کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ مثلاً عمرو بن الأسلع العبسی الجاہلی کہتا ہے۔

إن السماء وان الريح شاهدة والأرض تشهد والأيام والبلد
لقدجزيتُ بني بدرببغيهم يومَ الهباءة يوما ماله قَوَد۲۹

(بیشک آسمان اور ہوا شاہد ہیں۔زمین شاہد ہے،جنگیں اور سرزمین بھی کہ میں نے نبی بدر کو ہباءة کی جنگ میں ان کی سرکشی کا مزہ چکھادیا،ایسی جنگ جس کا بدلہ ممکن نہیں)

ہجرس نے اپنے باپ کے قاتل جساس کو قتل کرتے وقت جو قسم کھائی وہ یہ تھی

وفرسي وأذنيه ورمحي ونصليه وسيفي وغراريه لايترك الرجل قاتل أبيه وهو ينظر إليه۳۰	میرے گھوڑے اور اس کے کانوں کی قسم نیزے اور اس کے نوک کی قسم،میری تلوار اور اس کی دھار کی قسم کہ آدمی اپنے باپ کے قاتل کو دیکھ کر چھوڑ نہیں سکتا۔

ان مثالوں میں جن چیزوں کو شہادت میں پیش کیا گیا ہے یا جن کی قسم کھائی گئی ہیں ان میں عظمت وتقدس کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

خود قرآن مجید کی متعدد آیتیں بہت واضح طور سے قسم کو دلیل قرار دیتی ہیں مثلاً سورۃ الحاقہ میں ہے۔

فلاأقسم بماتبصرون ومالا تبصرون (الحاقہ/ ۳۸۔۳۹) -	پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں اس چیز کی جس کو تم دیکھتے ہو اور اس چیز کی جس کو تم نہیں دیکھتے۔

ان آیات میں انسانوں پر ظاہر ہونے والی اور ان سے مخفی رہ جانے والی تمام چیزوں کی قسم کھا کر انھیں دلیل میں پیش کیا گیا ہے۔

اور اسی طرح سورۂ الاسراء میں ہے۔

وإن من شئی إلا يسبح بحمده (الاسراء/۴۴)	نہیں ہے کوئی شی مگر وہ اس کی تسبیح کرتی ہے اس کی حمد کے ساتھ

اس میں بھی کائنات کی تمام چیزوں کو خواہ وہ انسانوں پر ظاہر ہوں یا ان سے

مخفی اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کی دلیل میں پیش کیا گیا ہے۔

سورۃ الفجر میں ہے۔

والفجر وليال عشر والشفع والوتر والليل إذا يسرهل فى ذالك قسم لذى حجر (الفجر/۱۔۵)

شاہد ہے فجر اوردس راتیں اور جفت وطاق اوررات جب وہ چل کھڑی ہو کیوں ان میں تو ہے ایک عاقل کے لئے شہادت؟

سورۃ الواقعہ میں ہے۔

فلاأقسم بمواقع النجوم وإنه لقسم لوتعلمون عظيم (الواقعہ: ۷۵۔۷۶)

پس نہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کے ٹھکانوں کی اور بے شک یہ بہت بڑی شہادت ہے اگرتم جانو۔

اورسوۃ النحل میں ہے۔

هوالذى انزل من السماء ماء لكم منه شراب ومنه شجرفيه تسيمون ينبت لكم به الزرع

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا جس میں سے تم پیتے بھی ہواوراس سے وہ نباتات بھی اگتے ہیں جن میں تم مویشیوں کو چراتے بھی ہواوراسی سے تمہارے لئے کھیت،

والزيتون والنخيل والأعناب ومن كل الثمرات۔ إن فى ذالك لآية لقوم يتفكرون وسخرلكم الليل والنهار والشمس والقمروالنجوم مسخرات بأمره إن فى ذالك لآيات لقوم يعقلون (النحل/۱۰۔۱۲)

زیتون، کھجور، انگور اور ہرقسم کے پھل پیدا کرتا ہے بیشک اس کے اندر بہت بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جوسوچیں اوراس نے رات اوردن، سورج اورچاند کوتمھارے لے مسخر کررکھا ہے اورستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں بیشک ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھیں۔

دیکھئے سورہ فجر اورسورہ واقعہ کی مندرجہ بالا آیات میں جس طرح پہلے

چند دلائل کا ذکر کیا گیا اور بعد میں فرمایا گیا هل في ذالك قسم لذی حجر اور وإنه لقسم لو تعلمون عظيم ٹھیک اسی طرح سورہ نحل کی آیات ۱۰ تا ۱۲ میں پہلے چند آفاقی دلائل بیان ہوئے اور پھر فرمایا گیا إن فی ذلك لاية لقوم يتفكرون اور إن في ذالك لآيات لقوم يعقلون۔

ان دونوں طرح کی آیات میں مذکور آفاقی اشیاء میں استدلال کا پہلو یکساں طور سے صاف نظر آ رہا ہے۔ اسی طرح تمام قرآنی قسموں پر غائرانہ نظر ڈالی جائے تو استدلالی اور استشہاد کا پہلو بلا استثنا ہر جگہ ملے گا اور جہاں تک قسم میں تاکید کے مفہوم کا سوال ہے تو استدلال اور استشہاد سے مقصود ہی تاکید ہے، لیکن اس کے برخلاف بیشتر مقامات میں قسم میں مقسم بہ کی عظمت وتقدس کا پہلو قطعاً نظر نہیں آتا۔ اس لئے اس تکلف کی ضرورت پڑتی ہے کہ کسی نہ کسی شکل سے اس میں عظمت وتقدس کا پہلو ظاہر کیا جائے۔ جیسا کہ تین اور زیتون وغیرہ میں بصد تکلف ظاہر کیا گیا ہے حالانکہ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس کی وضاحت کی گئی اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔

قسم کے اسالیب مختلف ہیں اور ان کی نوعیتیں بھی الگ الگ ہیں۔ بے شک بعض قسموں میں تعظیم یا تقدیس کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن تمام قسموں کے باب میں یہ تصور تکلف سے خالی نہیں۔ مثلاً

سورۃ العادیٰت میں ہے۔

والعديت ضبحا فالموريت قدحا فالمغيرات صبحافأثرن به نقعا فوسطن به جمعا إن الإنسان لربه لكنود (۱۔۶)	قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے دوڑنے والے ہیں پھر ٹاپوں کی ٹھوکر سے چنگاریاں اڑانے والے ہیں، صبح کے وقت دھاوا کرنے والے ہیں، دوڑ سے غبار اڑانے والے ہیں پھر اس کے ساتھ فوجوں میں گھس جانے والے ہیں کہ انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے،

اسی طرح سورۃ الذاریات میں ہے۔

والذاریات ذروا فالحملت وقرا فالجاریات یُسرا فالمقسّمٰت أمرا إنما توعدون لصادق وإن الدین لواقع (۱۔۶)

قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار اڑانے والی ہیں پھر بوجھ اٹھانے والی ہیں پھر آہستہ چلنے والی ہیں پھر معاملہ الگ الگ کرنے والی ہیں کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ سچ ہے اور بیشک جزا و سزا واقع ہو کے رہے گی۔

ان دونوں مثالوں میں جن گھوڑوں اور ہواؤں کی قسمیں کھائی گئی ہیں صحیح بات یہ ہے کہ ان میں نہ تقدیس کا کوئی پہلو ہے اور نہ تعظیم کا بلکہ ان دونوں میں محض استدلال اور استشہاد کا پہلو ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں ہیں جن میں تعظیم یا تقدیس کے پہلو کی تلاش تکلف بے جا کے سوا کچھ نہیں۔

۱۱۔ **صحیح پہلو کے مخفی رہنے کے اسباب:** عام طور پر علمائے تفسیر نے قسموں میں استدلال اور استشہاد کے پہلو کو تسلیم کرنے کے بجائے مقسم بہ کی عظمت و تقدس کے پہلو کو اختیار کیا ہے اور اس شدت کے ساتھ اختیار کیا ہے کہ استدلال و استشہاد کا پہلو دور پڑ گیا۔ اس کے مختلف اسباب ہیں جن میں سے تین اہم یہ ہیں۔

۱۔ بعض مواقع پر مقسم بہ فی نفسہ کوئی اعلیٰ چیز تھی مثلاً قرآن، طور اور مکہ وغیرہ۔ ایسے مواقع پر قدرتی طور سے اول اول لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اعلیٰ و اشرف چیزوں کی قسم کھانے کا جو رواج عام ہے یہ قسمیں بھی اسی صنف میں داخل ہیں اور اس خیال کے جڑ پکڑ جانے کے بعد اس کو دلیل و شہادت کے مفہوم میں لینے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔

۲۔ اہل علم کا عام قاعدہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایسی رائے کو ترجیح دیتے ہیں جو ایک قاعدہ کلیہ کی حیثیت اختیار کر گئی ہو چنانچہ وہ ایسے اصول قبول نہیں کرتے جو ہر جگہ قابل عمل نہ ہوں۔ قرآن کی قسموں میں بھی یہی صورت تھی۔ دلیل و شہادت کا پہلو کہیں کہیں تو بہت واضح نظر آتا ہے مگر بعض مقامات پر اس کا مخفی رہنا اس

لئے ان لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ قاعدہ ہر جگہ نہیں چل سکتا اور جب ہر جگہ نہیں چل سکتا تو یہ صحیح نہیں ہے۔

۳۔ علمائے تفسیر نے دیکھا کہ قسمیں زیادہ تر اللہ تعالیٰ اور اس کے شعائر سے تعلق رکھتی ہیں اس سے ان کو یہ گمان ہوا کہ قسم کی اصل حقیقت یہی ہے۔اس رائے کو قائم کر لینے کے بعد جب ان کے سامنے دوسری چیزوں کی قسمیں آئیں تو انھوں نے ان کو مجاز پر محمول کر دیا اور پھر یہ خیال کیا کہ مجاز کی راہ اسی وقت اختیار کرنی چاہئے جب حقیقت کی راہ مسدود ہو حالانکہ یہ دونوں باتیں درست نہیں تھیں۔ نہ تو کسی چیز کی کثرت اس کے اصل وحقیقت ہونے کی دلیل ہے اور نہ مجاز کو اختیار کرنا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان جگہوں پر حقیقت کو اختیار کرنے کی گنجائش نہ ہو۔ بلکہ صحیح راہ یہ ہے کہ اس معنی کو قبول کیا جائے جو زیادہ موزوں اور سیاق وسباق سے قریب تر ہو نیز کلام عرب کے اندر اس کے شواہد ونظائر موجود ہوں۔ کیوں کہ قرآن مجید کی زبان ٹکسالی عربی ہے۔[۴۱]

۱۲۔ **اسلوب قسم کے فوائد:** کسی بات کو قسم کے اسلوب میں لانے کے کئی فائدے ہیں جن میں سے چند مندرجۂ ذیل ہیں۔

۱۔ اس سے قول کی پختگی اور تاکید کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔مثلاً

والسمــاء ذات الرجع والأرض ذات الـصـدع إنـه لـقـول فصل وماهو بالهزل (الطارق/۱۲۔۱۱)	قسم ہے آسمان پر ابر باراں کی اور زمین پر شگاف کی یہ دوٹوک بات ہے کوئی ہنسی مسخری نہیں ہے۔

۲۔ قسم کا اسلوب گو کہ حقیقۃً خبریہ ہوتا ہے لیکن بظاہر وہ انشائیہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے مخاطب کو اس میں تردد وانکار کا پہلو نہیں ملتا۔ اس طرح یہ اسلوب استدلال کو اور بھی قوی کر دیتا ہے اور قسم کی غایت بھی یہی ہے۔

۳۔ قسم کے اسلوب میں ایجاز ہوتا ہے اور ایجاز کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ متعدد دلائل پہلو بہ پہلو جمع کئے جاسکتے ہیں اور جب ایک ہی بات

پر مختلف پہلوؤں سے استدلال کیا جائے تو اس میں بہت زیادہ قوت وتاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۔ اسلوب قسم کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس میں دلیل تلاش کرنے میں سامع خود متکلم کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر عناد ودشمنی کا داعیہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں قبول حق کی راہ زیادہ آسان ہو جائے گی۔

۵۔ قسم کے اسلوب میں دلیل دعویٰ سے پہلے سامنے آتی ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ دلیل آہستہ آہستہ مخاطب کو اصل دعویٰ تک کھینچ لاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر مخاطب پہلے سے اصل دعویٰ کو سمجھ جائے تو اندیشہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے تئیں ناپسندیدگی کی وجہ سے وہ اس سے فرار کی کوئی فوری سبیل تلاش کرلے۔

۶۔ تمام اسالیب کلام میں حقیقت واقعہ کی تصویر کشی کے لئے قسم سے زیادہ موزوں اور کوئی اسلوب نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس چیز کی قسم کھائی جاتی ہے گویا اس کو گواہ بنا کر مخاطب کے سامنے لا کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

۷۔ قسم کلام کی ان اقسام میں سے ہے جن کو جوامع الکلم کہا جاتا ہے یعنی بظاہر تو وہ ایک مختصر سی بات ہوتی ہے لیکن اس کے اندر معانی کا پورا ایک جہان پوشیدہ ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ خصوصیت فقط قسم کی نہیں ہے اور بھی اسالیب ہیں جن میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ قسم کی یہ خصوصیت اس کا لازمہ ہے جبکہ دوسرے اسالیب کا یہ لازمہ نہیں ہے۔ ۳۲

قرآنی قسموں سے متعلق اور بھی بہت سے مباحث ہیں جو زیر بحث لائے جا سکتے ہیں۔ مثلاً مستحسن اور غیر مستحسن قسمیں وغیرہ مگر طوالت کے اندیشہ سے انھیں چند اصولی باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واللہ یھدی من یشاء إلی صراط مستقیم۔

حواشی ومراجع

۱۔ علامہ حمید الدین فراہی، اقسام القرآن، ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی، دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر (طبع دوم) ص ۶۔۷

۲۔ امام فخر الدین رازی کی۔التفسیر الکبیر کی وہ سورتیں ملاحظہ ہوں جن میں آیات قسم ہیں۔خصوصاً سورۃ الصافات اور سورۃ الذاریات۔

۳۔ التفسیر الکبیر، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ج ۲۶، ص ۱۱۸

۴۔ حوالہ مذکورہ تفسیر سورۃ الصافات:۵

۵۔ ان چیزوں سے مراد قطار لگا کر کھڑے ہونے پھر شیاطین کو زجر کرنے والے پھر اپنے رب کا ذکر کرنے والے فرشتے ہیں۔

۶۔ محمود بن عبداللہ الآلوسی، روح المعانی، تفسیر سورۃ الصافات

۷۔ التفسیر الکبیر، سورۃ الصافات :۵

۸۔ العلامہ شمس الدین أبی عبداللہ بن القیم الجوزیہ، کتاب أقسام القرآن المسمی بالتبیان ،المطبعۃ المصریۃ بمکہ۔ الطبعۃ الأولی۔ فصل فی أقسام القرآن ص ٤۔

۹۔ اقسام القرآن محولہ بالا ص ۲۶۔۲۷

۱۰۔ الامام محمدبن أبی بکر بن عبدالقادر الرازی، مختار الصحاح (یمین)

۱۱۔ شعراء النصرانیۃ، ص ۲۶۳ بحوالہ إمعان فی أقسام القرآن للامام الفراهی ، دار القلم، دمشق، ص۔۴۱

۱۲۔ ابو الحسن مسلم بن الحجاج، الصحیح لمسلم۔ کتاب الإیمان، باب الیمین علی نیۃ المستحلف

۱۳۔ اقسام القرآن، ص ۳۹۔

۱۴۔ آفتاب عالم الندوی، القسم فی القرآن الکریم، ص ۲۲۔

۱۵ ابوزکریا یحیٰ بن علی الخطیب التبریزی، حماسة أبی تمام، دارالقلم بیروت۔
۱۶ جمال الدین محمدبن مکرم الأفریقی، لسان العرب (الی)۔
۱۷ اقسام القرآن ص۳۹۔
۱۸ حماسة أبی تمام۔
۱۹ محمدبن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ: إذا رأیتم الهلال فصوموا
۲۰ لسان العرب (ألو)
۲۱ (قسم)
۲۲ معلقة لبیدبن ربیعة العامری
۲۳ الصحیح لمسلم، باب وجوب قرأة الفاتحة فی کل رکعة وأنه إذالم یحسن الفاتحة ولا امکنه تعلمها فاقرأ ماتیسرله
۲۴ بحواله لسان العرب (قسم)
۲۵ دیوان امرئ القیس
۲۶ دیوان نابغة الذبیانی
۲۷ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو إمعان فی أقسام القرآن للفراهی۔
۲۸ معلقة زهیربن أبی سلمیٰ
۲۹ العقدالفرید، ۵/۱۵۸ بحواله إمعان فی أقسام القرآن ص ۷۰
۳۰ الأغانی ۵/۵۳
۳۱ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اقسام القرآن، ص ۹۳ ۔ ۹۹
۳۲ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اقسام القرآن ص ۹۹۔ ۱۱۷

☆/☆